Research Journal
Tahqeeqat
ریسرچ جرنل تحقیقات
eISSN: 2791-0342
pISSN: 2791-0334

”باگھ“میں اینٹی ہیرو کا کردار

Anti Hero Character in Bagh

Ali Murtaza
Ph. D Scholar,
Department of Urdu, Govt.College University, Faisalabad.
Dr. Rabia Sarfraz
Chairperson Department of Urdu, Govt.College University, Faisalabad

علی مرتضیٰ
پی ایچ ڈی اسکالر، شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد
ڈاکٹر رابعہ سرفراز
صدرِ شعبہ اُردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

Abstract

Bagh is Abdullah Hussain's second novel, which is written on the subject of subversive activities in Kashmir in the background of the 1945 Indo-Pakistani war. Asad is the main character of this novel. Asad falls in love with Yasmeen, Hakeem's daughter, and meets her in seclusion and thus the character provides evidence of a social decline that proves an anti-hero. After that, when Hakeem is killed, Asad is put in jail and he is subjected to various atrocities. He is such a helpless, forced and helpless character that he is unable to defend himself. He is not a murderer but still he is made a murderer and is so weak that he cannot present himself as a positive character to the society. In fact, Asad is the main character of this novel, but he will not be called a hero because he does not have the characteristics of a hero, but lacks them. In the character of Asad, we do not see the courage to stand anywhere,the ability to make decisions and the quality to face the situation like a man.That is why we can call him an anti-hero.

Keywords: *Bagh, Abdullah Hussain, Anti Hero, Asad, characteristics*

ناول ”باگھ“ عبد اللہ حسین کا دوسرا ناول ہے۔ یہ ناول ۱۹۴۵ء کی ہندو پاک جنگ کے پس منظر میں کشمیر میں کی جانے والی تخریبی کارروائیوں کے موضوع پر لکھا گیا ہے۔ ”باگھ“ ناول نگاری کے احتجاجی ادب میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس ناول میں اسد اور یاسمین کی محبت کی کہانی کے ساتھ حوالات کے مظالم اور کشمیر میں گوریلا کاروائیوں کی داستان موجود ہے۔ ناول میں موجود مرکزی کردار اسد کی زندگی ان کہانیوں کو ایک مرکز پر لاتی ہے۔ ناول میں اسد کا کردار ایک ایسا محور ہے جو باگھ کے تین بڑے حصوں کو نہ صرف آپس میں جوڑتا ہے بلکہ ایک موقع محل کے مطابق اپنے رویے، ردعمل اور جذبات کے اظہار سے ناول کی ایک کہانی میں منطقی ربط اور توازن پیدا کرتا ہے۔

اس ناول کے مرکزی کردار کا نام ”اسد“ ہے۔ اسد عربی اسم معرفہ ہے جس کی فارسی ”شیر“ ہے۔ جبکہ اسد اور شیر کا ہندوی ترجمہ باگھ ہے۔ اسد پنجاب کے شہر گجرات کا رہنے والا انیس سالہ لڑکا ہے۔ جو کہ کالج میں ایک کھلاڑی اور مشتاق تیراک ہے۔ جسے ایک دن اچانک اپنی سانس اکھڑتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ پھر یہ مرض بڑھتا جاتا ہے، ڈاکٹروں سے مایوس ہو کر اس کا سرپرست اور چچا پریشانی کے عالم میں دوڑ دھوپ کرنے کے نتیجے میں اسد کو آزاد کشمیر کے ایک دور افتادہ ”گمشد“ نامی گاؤں میں بھیج دیتا ہے۔ جہاں پنجاب سے ہی ہجرت کر کے جا بسنے والے حکیم محمد عمر کی رہائش ہے اور جس کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ ایک حاذق طبیب ہے۔ حکیم کی ایک جواں سال بیٹی ہے جس کا نام گلِ یاسمین ہے۔ جس کی ماں کا ذکر تو ناول میں نہیں ملتا۔ البتہ ایک عمر رسیدہ عورت گھر کے کام کرتی ہے اور اسی گھر میں ہی مقیم ہے۔ جن دنوں اسد گمشد پہنچتا ہے کسی شیر کی دہشت وہاں پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ جس نے علاقے میں تباہی مچا رکھی تھی۔

اس کو حکیم کی دوائی سے وقتی افاقہ تو ہوتا ہے مگر مرض جڑ نہیں چھوڑتا۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد اسد مایوس ہو کر واپس پنجاب چلا جاتا ہے۔ مگر اپنے چچا کے پاس جانے کی بجائے کسی دوست کے ہاں ٹھہرتا ہے۔ جہاں کچھ روز بعد پھر سے سانس اکھڑنے کا دورہ پڑنے پر ایک بار پھر چارو ناچار حکیم کے ہاں لوٹتا ہے۔ اس کے بعد حکیم کی بیٹی یاسمین سے اسد کا تعلق پروان چڑھنے لگتا ہے۔

OPEN ACCESS
HEC
DRJI
ISSN INTERNATIONAL STANDARD SERIAL NUMBER INTERNATIONAL CENTRE
اشاریہ اردو جرائد
EuroPub

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسد کا شمار حکیم کے خاص لوگوں میں ہونا شروع ہو گیا اور اسد حکیم کے گھر آنے جانے والا واحد لڑکا تھا۔ اسد نے جب پہلی بار یاسمین کو دیکھا تو بس دیکھتا ہی رہ گیا اور یہ اسد کے کمزور ہونے کی دلیل ہے جو کہ اسے اینٹی ہیرو بنانے کے لیے کافی حد تک معاون ثابت ہوتی ہے کہ وہ لڑکی کو دیکھ کر اسے گھورنے لگا اور بے اختیار اس کی طرف مسلسل تکے جا رہا تھا جو کہ ایک معاشرتی حقیقی کردار ہونے کا ثبوت فراہم کر رہا تھا جس میں سماجی گراوٹ کا پہلو نظر آتا ہے جو کہ موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بد نظری کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ یہ چیز اسے اینٹی ہیرو کے تقاضوں پر پورا اتارتی نظر آتی ہے۔ اس حوالے سے ناول نگار رقم طراز ہیں:

”صرف گھر کے اندر اسد یاسمین تک پہنچ سکتا تھا، دوسرے سب دروازے تک آ کر اپنے اپنے برتن رکھتے اور لوٹ آتے۔
اسد اپنا تمام دستہ باورچی خانے کے سٹول پر رکھ کر پورے ایک منٹ تک یاسمین کی پشت پر نظریں جمائے کھڑا رہا۔
یاسمین اس کی موجودگی سے باخبر، منہ موڑے کسی کام میں لگی رہی۔ جب اس نے مڑ کر اسد کو دیکھا تو اس کے ہونٹوں کے گرد پسینے کے قطرے تھے۔“(۱)

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اسد اور یاسمین کی محبت بڑھتی گئی۔ اسد یاسمین کے لیے ایک بہت بڑا دعویدار اور سچا انسان بننا چاہتا تھا جو کہ تخیلاتی دنیا کی بجائے حقیقت پر مبنی ہو۔ وہ یاسمین کے لیے حقیقی ہیرو جو کہ انسانی سطح پر مشتمل ہو وہ بن کر اس کا ساتھ نبھانے کی کوشش کرنا چاہ رہا تھا مگر وہ بنیادی طور پر ایک کمزور کردار ثابت ہوتا ہے جسے خود معلوم نہیں کہ ایک عورت مرد میں کیا تلاش کرنا چاہتی ہے۔ معاشرے کے حالات سے ناواقف اناڑی اور ایک سیدھا سادھا انسان ہیرو تو نہیں بلکہ اینٹی ہیرو ضرور ہو سکتا ہے۔ عبد اللہ حسین اس کی عکاسی یوں کرتے ہیں:

”اسے دراصل یہ بھی ٹھیک سے پتہ نہ تھا کہ کسی عورت کے ساتھ سچائی کا دعویدار ہونا کیا ہوتا ہے، یہ کس طرح کی چیز ہے، کیا اس کا کوئی مفہوم بھی ہے، اس سے آرام ملتا ہے یا کوئی رنج ہوتا ہے، یا اس کا آخر کوئی فائدہ بھی ہوتا ہے۔“(۲)

یاسمین نے اس کو بتایا کہ وہ جب پہلی بار گمشدہ آیا تھا تو اسی وقت سے یاسمین اس کا تعاقب کرنے لگی اور اس کی راہ تکنے لگی اور ہر وقت اس کے خیال میں مستغرق رہتی تھی۔ یاسمین نے اس کو رات کے اندھیرے میں کئی گز کے فاصلے سے صرف ایک لمحے کے لیے دیکھا تھا مگر اس کے بعد لاکھ کوشش کرنے کے باوجود بھی کبھی اسے بھلا نہ سکی۔ ان دونوں کے درمیان یہ ہی باتیں ہو رہی تھی تو اچانک سے ایک خوفناک چنگھاڑ کی آواز ان کے کانوں میں سنائی دی۔ جس سے اسد کا رنگ فق ہو گیا اور خوف زدہ ہو گیا۔ اسد اپنے حالات سے مردانہ وار انہ مقابلہ نہ کر سکتا تھا اس وجہ سے ڈر جاتا تھا اور اس کے اندر بہادری کا نہ ہونا اور ایسے چھوٹے چھوٹے حادثات سے خوفناک آوازوں سے سہم جاتا۔ اس کے کمزور اور ڈرپوک ہونے کی واضح دلیل پیش کرتا ہے اور یہی صفات ایک اینٹی ہیرو کی نمایاں صفات میں شامل ہوتی ہیں۔ مصنف نے اس کے خوف کی عکاسی یوں کی ہے:

”خون کے ابال سے اسد کے رونگٹے اکڑ گئے اور ایک بے نام سی کپکپی اس کے بدن میں دوڑ گئی۔ جیسے ننھی ننھی نہایت ہی باریک پھوار پڑتی ہو۔“(۳)

کچھ وقت گزرنے کے بعد دوبارہ ایک گونج دار گرج کی آواز آئی۔ جس سے یاسمین اچھل پڑی اور دونوں ہاتھوں سے اسد کا کندھا پکڑ کر وہ اس سے لپٹ گئی۔ اسد نے پوچھا کہ ڈر گئی ہو تو یاسمین نے کہا بالکل نہیں میں تو ایسی آوازیں روز یہاں سنتی ہوں۔ اسی دوران تیسری بار پھر ایک زوردار گرج کی آواز سنائی دی تو یاسمین اپنی جگہ سے ہلی بھی نہ مگر اسد کے دل میں اس خواہش نے جنم لیا کہ رات کی تاریکی میں اس جنگل میں صرف ہم دونوں موجود ہیں تو کیوں نہ یاسمین کے بدن کو چھو کر محسوس کیا جائے۔ اس خواہش کا جنم لینا اسد کی کمزوری اور موقع پرست ہونے کا نمایاں

ثبوت پیش کرتی ہے۔ مگر اس کے باوجود اس کے اندر اتنی ہمت اور طاقت نہیں ہوتی کہ وہ یہ کام سر انجام دے سکے کیونکہ وہ خوفزدہ، کمزور اور اناڑی ہے اور یہ صفات اسے اینٹی ہیرو بنانے میں کامیاب ثابت ہوتی ہیں۔ ناول نگار اس کی عکاسی یوں کرتے ہیں:

> "اسد اس سے ایک بازو کے فاصلے پر کھڑا کبھی اسے اور کبھی مڑ کر گرج کی سمت میں دیکھتا رہا۔ اس کا جی چاہا کہ وہ ہاتھ بڑھا کر یاسمین کو چھوئے، رات کے اندر اس کے جثے کو اس کے حجم کو محسوس کرے اور اس طرح اس اندھیرے کی آواز کو معدوم کر دے مگر اس کا بدن جیسے ماتھے سے لے کر نیچے پاؤں کے بیچ کی زمین تک دو حصوں میں بٹ چکا تھا۔ اس کی بوٹی بوٹی مخالف سمتوں میں لپک رہی تھی اور بیچ کی اس کاٹتی ہوئی لکیر نے اسے مفلوج کر کے رکھ دیا تھا۔ اس کے آگے اور اس کے پیچھے صرف اس کی نگاہ اور اس کی خواہش دوڑ رہی تھی۔ اس کا فہم، اس کے بدن کی طرح سکوت میں تھا۔ وہ ہاتھ کی ایک انگلی تک کو جنبش نہ دے سکا۔"(۴)

اس کے بعد انہوں نے اندھیری رات میں جنگل میں کہیں دور ملنے کا منصوبہ بنایا۔ جس کا سفر بہت کٹھن تھا اور سفر طے کرتے ہوئے خوف کے مارے ہوئے اسد کو غصہ بھی آرہا تھا اور وہ قدم بھی تیزی سے رکھنے لگا۔ جب وہ ایک دوسرے کے آمنے سامنے آگئے تو اسد نے یاسمین کو بتایا کہ مجھے سفر کرتے ہوئے گھٹنے میں چوٹ آئی ہے اور ساتھ ہی غصے سے بولنے لگا کہ ایسی رات میں یہاں آنے کی کیا وجہ ہے۔ یاسمین نے اسد سے کہا کہ تم مجھے اپنے گاؤں لے جاؤ تو اسد نے جواب دیا چلو بھاگ چلیں۔ اس پر یاسمین نے کہا میں بھاگ کر نہیں جاؤں گی اور پھر یاسمین نے پوچھا کسی بڑے شہر بھی لے جاؤ گے تو اسد نے کہا ضرور تو یاسمین نے کہا ہم لاہور چلیں گے اور وہاں جا کر فلم بھی دیکھیں گے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے بہت ہی قریب بیٹھے تھے اور اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے۔ ایک دفعہ پھر جذبات کی حدت میں بہہ گئے اور اسد نے اپنی خواہش کو مدنظر رکھتے ہوئے اس بار موقع کی مناسبت سے بھرپور فائدہ اٹھایا۔ ایسے کمزور لمحوں میں اسد نے اپنا مفاد، اپنی خواہش تو پوری کی مگر ایک عورت کے تقدس کو پامال کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور اپنے کمزور ہونے کا بھرپور ثبوت فراہم کرتا ہے۔ ایک مرکزی کردار کے طور پر کردار نبھانے والے لڑکے میں ہیروانہ خصوصی کا فقدان دکھائی دیتا ہے۔ جو کہ اسے اینٹی ہیرو ثابت کرتا ہے۔ کیونکہ وہ مفاد پرست ہے اور اینٹی ہیرو ہمیشہ اپنے مطلب کی خاطر اپنے آپ کو فائدہ پہنچانے کی خاطر کچھ بھی کر گزرنے سے گریز نہیں کرتے۔ عبد اللہ حسین اسی حوالے سے لکھتے ہیں:

> "اسد نے اس کا چہرہ پھول کی طرح ہاتھوں میں لیا اور اس کے آبرو کو، گال کو، ہونٹوں کے کناروں سے چومنے لگا۔ ایک تانبے کے اندر سرد اور سفید بھڑکتے ہوئے نمدار ہونٹوں نے اسد کے ذہن کو ڈھانپ لیا۔ اس کے بے چین ہاتھ ریڑھ کی ہڈی پہ پھسلتے، کمر کے خم میں اترتے، پیٹھ کے ابھار میں پیوست ہوتے ہوئے کسی لامقام شے کو گرفت میں کرنے کے لیے، بھٹکنے لگے اور اندر، سرخ اور سیاہ نم اندھیروں میں لڑتی، پھڑکتی، تیر کی طرح چھوٹتی ہوئی زبانیں چکر کاٹتی رہیں۔ حتیٰ کہ ان کے کسماتے ہوئے، ساتھ ساتھ اٹھتے اور تند ہوتے ہوئے، زور آوری سے دھکیلتے ہوئے درشت جسم یکجان ہونے کی کوشش میں تنی ہوئی تار کی مانند کپکپانے لگے۔۔۔ دفعتاً بادلوں سے روشنی کا ایک تختہ گرا جس نے ان کی آنکھوں کو جھٹکے سے کھول دیا، اور مہیب گرج نے انہیں ایک دوسرے کی لپیٹ سے دھکا دے کر نکال دیا۔"(۵)

رات کے پچھلے پہر جب اسد اور یاسمین جنگل سے واپس آرہے تھے تو اسد کو حکیم کے کمرے میں روشنی دکھائی دی۔ اسد پریشان ہو گیا کہ اس وقت حکیم کے کمرے میں روشنی کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ تجسس سے مجبور جب اسد آگے جا کر کھلے کمرے میں داخل ہوتا ہے تو کیا دیکھتا ہے کہ حکیم کا ایک مریض "میر حسن" نامی لڑکا، وہاں پہلے سے موجود ہے۔ جو اسد کو دیکھ کر کہتا ہے۔ "اس نے کچھ نہیں کیا" جب کہ فرش پر حکیم کی لاش

پڑی ہوتی ہے۔ اپنا فقرہ مکمل کر کے، سراسیمگی کے عالم میں خود کو چھڑوا کر میر حسن بھاگ کر باہر تاریکی میں گم ہو جاتا ہے۔ اسد کو شک پڑتا ہے کہ میر حسن بندوق لینے آیا تھا اور حکیم کی مزاحمت پر یہ واقعہ رونما ہو گیا۔ اسد ڈھونڈتا ہے تو بندوق مل جاتی ہے مگر ایسی بندوق کسی شیر کا شکار کرنے کو انتہائی نامناسب ہتھیار تھی۔

اگلی صبح پولیس اسد اور یاسمین سے ابتدائی تفتیش کے بعد اسد کو تھانے لے جا کر بند کر دیتی ہے۔ وہاں پر اسد کے اوپر طرح طرح کے ظلم ڈھائے جاتے ہیں جن کی لمبی فہرست ہے اور اس سے زبردستی قتل منوانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بنیادی طور پر اینٹی ہیرو کو حالات ہی ایسے میسر ہوتے ہیں جن میں اگر ہو سدھرنا چاہے بھی تو نہیں سدھر سکتا۔ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ اس کی ملاقات بھی ایسے کرداروں سے ہوتی رہتی ہے جو اسے برائی سے کبھی نہیں نکلنے دیتے بلکہ اس دلدل میں بھٹکنے پر آمادہ کرتے ہیں اور اسی ماحول میں رہنے پر مجبور کرتے ہیں۔ اسد کے ساتھ بھی کچھ اسی طرح کے واقعات پیش آتے ہیں جن کی موجودگی میں وہ خود کو کبھی بھی بے گناہ ثابت نہیں کر سکتا کیونکہ اس سے وابستہ کردار بھی اسے اینٹی ہیرو بننے پر مجبور کرتے ہیں۔ اب اسد سے وابستہ کردار اس سے زبردستی جرم قبول کروانے کی کوشش کر رہے ہیں جو اس نے کیا بھی نہیں۔ مگر وہ ایک کمزور کردار ہے وہ ایک خوفزدہ کردار ہے۔ وہ ایک اناڑی ہے۔ وہ چالاک، ہمت، حوصلے جیسی خوبیوں کا مالک نہیں۔ اس لیے وہ ایک اینٹی ہیرو ثابت ہوتا ہے۔ اس حوالے سے عبد اللہ لکھتے ہیں:

> ”تھانیدار نے اس کے ہاتھ سے لے کر کپڑا کھولا اور اسد کے سامنے پھیلا دیا۔ کپڑے میں رنگین دستے والا لمبا چاقو تھا۔ جس کا آدھا پھل خشک خون میں تقریباً ملفوف تھا۔ مچھلی کی شکل والے پیتل کے دستے میں سرخ اور سبز رنگ کے متعدد چھوٹے چھوٹے چمکدار پتھر جڑے ہوئے تھے۔
>
> ”اسے پہچانتے ہو؟“
>
> ”نہیں۔“
>
> ”تیرے کمرے سے برآمد ہوا ہے۔“
>
> ”کہاں سے؟“
>
> ”تیرے سو کمرے ہیں؟“ تھانیدار بولا، کالے ٹرنک میں سے۔ کتابوں کے نیچے چھپا تھا۔ اسی طرح لپٹا ہوا۔“
>
> ”میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا۔“ اسد نے کہا۔ پھر وہ لایعنی طور پر بولا۔
>
> ”ٹرنک کو تالا لگا تھا۔“
>
> ”تھانیدار نے کپڑے کے اوپر دھرا ہوا چاقو آگے بڑھایا، اچھی طرح سے پہچان، بول، میں نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ یہ میرا نہیں۔“
>
> ”ایگزامنر کی رپورٹ ہے کہ یہ انسانی خون ہے۔“
>
> ”ہو گا۔“ اسد نے کہا، ”میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ نہ یہ میرے ٹرنک میں تھا۔ پتہ نہیں کہاں سے لے آئے ہو۔“
>
> ”تیری ماں کی بچہ دانی سے کھینچ کر لایا ہوں۔ لے۔ یہ لے۔“ اس نے چاقو اسد کے ہاتھوں کی طرف بڑھایا، پکڑ کے دیکھ اپنا چاقو۔“
>
> ”یہ میرا چاقو نہیں، تم جھوٹا چاقو مجھ پہ ٹھونس رہے ہو۔“(۶)

ناول باگھ کے کردار اداس نسلوں کی طرح جاندار ضرور ہیں لیکن کہانی پر حاوی نظر نہیں آتے۔ اپنا دفاع کرنے میں بھی کمزور نظر آتے ہیں۔ اداس نسلوں کا نعیم اور باگھ کا اسد یکساں خصوصیات کے حامل کردار ہیں۔ ان دونوں کے خاندانوں کا پس منظر تقریباً ایک جیسا ہے۔ یہ مرکزی کردار ہونے کے باوجود بھی ہیرو کے پیمانے پر اترنے میں پورا دکھائی نہیں دیتے کیونکہ یہ معاشرے کے حقیقی کردار ہیں جن میں معاشرتی گراوٹ، کمی کوتاہیاں اور اخلاقیات کا فقدان نظر آتا ہے۔ شازیہ اکبر رقم طراز ہیں:

> "باگھ پڑھنے کے بعد یہ احساس ہوتا ہے کہ اس ناول کے مرکزی کردار جاندار ضرور ہیں، اتنے قوی نہیں کہ کہانی پر غالب آجائیں اور قاری کہانی کو بھول جائے اور کرداروں کو یاد رکھے۔"(۷)

اس کے بعد اسد کو جیل میں ایک ذوالفقار نامی شخص ملتا ہے جو کہ خفیہ ایجنسی کا کارندہ ہوتا ہے۔ اسد کو اس شرط پر رہائی دلواتا ہے کہ اسد سرحد پار مقبوضہ علاقے میں جا کر جاسوسی کا کام کرے۔ وہ اسد کو بتاتا ہے کہ اصل قاتل "خوشی محمد" پکڑا گیا ہے۔ یہ وہی خوشی محمد ہے جو اسد کی بیماری کے علاج کے لیے استعمال ہونے والی مقبوضہ علاقے سے لا کر حکیم کو دیا کرتا تھا۔

اسد رہا ہو کر گمشد آجاتا ہے، خوشی محمد کے پکڑے جانے کا بتاتا ہے اور یہ خدشہ ظاہر کرتا ہے کہ خوشی محمد کی گرفتاری سے خود اس کی دوائی کی ترسیل رک جائے گی۔ اس صورت میں اس کے ہاں کوئی چارہ نہیں کہ وہ خود سرحد پار جائے اور بوٹی ڈھونڈ کر لائے۔ یاسمین اس خیال کی شدید مخالفت کرتی ہے تو مجبوراً اسد کو سچ بتانا پڑتا ہے، یاسمین کی شدید مخالفت کے باوجود اسد بحث کر کے یاسمین کو راضی کر لیتا ہے کہ وہ بس کچھ دنوں کے لیے جاسوسی کا کام کرے گا اور بہت جلد واپس آجائے گا۔ اسی سلسلے میں انہوں نے بہت طویل اور کٹھن سفر اختیار کیا جو طے کرنا نہ صرف مشکل تھا بلکہ ناممکن بھی تھا۔ لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ بہت سارے ایسے کٹھن رستے آئے جہاں پر خطرہ مول لینا پڑا۔ اسد ان خطروں کا دفاع نہ کر سکتا تھا اور بہت خوفزدہ اور کمزور ہو جاتا ہے اور ہمت سے کام نہ لے پاتا تھا۔ بلکہ پسپا ہو جاتا تھا۔ ایک مرکزی کردار ہونے کے باوجود بہت ہی کمزور اور ڈرپوک کردار نظر آتا ہے جو کہ اینٹی ہیرو کی بھرپور عکاسی کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ مصنف اس کے خوف کو یوں قلم بند کرتے ہیں:

> "اسد کا بدن لمحے بھر میں جم گیا۔ خطرے کو اس قدر قریب پا کر اس کی چال میں خود بخود ایک واضح تبدیلی آگئی۔ اس نے نمک کا ڈھیلا سر سے اتار کر کندھے پر رکھ لیا اور پیر جما جما کر، ہلکے پھلکے بے آواز انداز میں قدم رکھنے لگا۔ خطرے کا یہ احساس نیا تھا۔ اس سے وہ پہلی بار شناسا ہوا تھا۔ پولیس کی سپردگی میں، حوالات کے اندر جس خطرے سے اس کا سامنا ہوا تھا اس خطرے میں دہشت تھی، اور گلا گھونٹنے والی کثافت کا احساس تھا۔ اس خطرے میں دہشت نہ تھی، یہ خطرہ اصل اور سنگین تھا۔"(۸)

اسد ان مشقت طلب رستوں کو عبور کرتے ہوئے انتہائی خستہ اور شکستہ حالت میں انیس دن کی جاں گسل مہم جوئی کے بعد واپس گمشد اپنی یاسمین کے پاس پہنچ جاتا ہے۔ اسد ایک محبت کرنے والا کردار دکھایا گیا ہے کہ وہ یاسمین کو حاصل کرنے کے لیے اتنی جدوجہد کرتا دکھائی دیتا ہے مگر اس کی محبت میں کوئی صداقت نظر نہیں آتی۔ بلکہ وہ یاسمین سے زیادہ اپنی انا سے محبت کرتا ہے۔ کیونکہ جب اسد یاسمین کے پاس بھی ہوتا ہے تب بھی وہ اجنبیت محسوس کرتا ہے۔ مگر جب وہ تنہائی میں ہوتا ہے یا طبیعت بوجھل ہوتی ہے تو وہ یاسمین کے چہرے میں پناہ ڈھونڈتا ہے۔ اس کردار میں خامیاں، جھول اور خود غرضی پائی جاتی ہے جو کہ اسے اینٹی ہیرو بناتی ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور بہت بڑی خامی یا کمزوری کہہ سکتے ہیں کہ جب اسد نے میر حسن کو حکیم محمد عمر کے کمرے سے نکلتے ہوئے اور قریب سے دیکھنے کے باوجود بھی قتل کا شبہ کرنا دور کی بات ہے شامل تفتیش کی بھی جرأت و ہمت نہ کر سکا۔ اس لحاظ سے اسد کا کردار بہت ہی کمزور، خوفزدہ، اناڑی، احمق اور بے بس دکھایا گیا ہے جو کہ اینٹی ہیرو کی نمایاں مثال پیش کرتا ہے۔ ڈاکٹر ناصر عباس نیر اسی حوالے سے رقم طراز ہیں:

"اسد کریم زندگی کی لامتناہی مشکلوں سے دوچار ہوتا ہے، مگر ظاہراً یہ مشکلوں سے دوچار ہوتا ہے، مگر ظاہراً یہ مشکلیں یاسمین کو پانے کی نہیں ہیں۔ یہ مشکلات ایک انوکھے دیار سے جنم لیتی ہیں۔ ہیرو ان مشکلات کو خوش آمدید نہیں کہتا بلکہ ایک عام گوشت پوست کے انسانوں کی طرح ان سے گھبراتا اور جبلی قوت مدافعت کے زور پر ان سے نپٹتا اور پھر ان پر غالب آنے کی کوشش کرتا ہے۔"(۹)

اسد ناول کا مرکزی کردار تو تصور کیا جا سکتا ہے مگر اسے ہیرو نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس میں کہیں بھی ہمیں ہمت، حوصلہ، دوسروں سے بے لوث ہمدردی کہیں بھی نظر نہیں آتی۔ صرف اور صرف اپنا مفاد اور اپنے مطلب کے لیے اپنی غرض کے لیے اپنی انا کو تسکین دینے کے لیے کام کرتا دکھائی دیتا ہے۔ اسد ایک دوسری شخصیت کا حامل کردار ہے۔ اصغر بلوچ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

"اس لحاظ سے ہمہ رخی ہے کہ مختلف حالات میں مختلف انداز میں اپنا ردعمل ظاہر کرتا ہے۔ کہیں وہ ایک بیمار مجہول نوجوان ہے کہیں محبت کے نشے میں مخمور، کہیں اداس اور تنہائی زدہ، کہیں جبر اور غلامی کے خلاف صف آرا، کہیں ذوالفقار کے ہاتھوں سے آسانی سے یرغمال، اور کہیں مقبوضہ کشمیر کے مجاہدین آزادی کی تحریک آزادی سے براہ راست منسلک اور برسرپیکار اور کہیں بے خانماں، بے سمت مسافر، یہ سب اسد کے کردار کو ارتقاء اور حقیقی زندگی سے قریب کرتے ہیں۔"(10)

اگر ہم ناول کی معلویت پر غور کریں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ باگھ ایک کے بعد ایک فوجی آمروں کے ہاتھوں کچلے اور خوفزدہ کیے جانے والے ان پاکستانی حریت پسندوں کی داستان ہے جو اس طرح کی بشریت کش اور غیر انسانی مشینری سے اپنی آنے والی نسلوں کو محفوظ رکھنے کے لیے وطن میں طرح طرح کی مصیبتیں اور اذیتیں جھیل کر جدوجہد کی شمع روشن کیے ہوئے ہیں اور اس طرح جنگل کا یہ باگھ ایک آدم خور نہ رہ کر ایک خونخوار اور مکار قسم کا آمر بن جاتا ہے جو اسد جیسے بے گناہوں کی چھوٹی چھوٹی مسرتوں اور پرامن گھریلو زندگیوں کو خوف کی گہری وادیوں میں دھکیل دیتا ہے۔ اسد بنیادی طور پر ایک بے گناہ کردار ہے جسے معاشرہ اپنے مفاد کی خاطر مختلف قسم کے شکنجوں میں جکڑ کر اسے استعمال کرتا ہے مگر اسد کو اس بات کی سمجھ نہیں آتی کہ وہ مسلسل استعمال ہو رہا ہے اور وہ اس کے خلاف کچھ کر بھی نہیں سکتا۔ اگر اپنا دفاع کرنے کی کوشش کرتا ہے تو اسے دبا دیا جاتا ہے کیونکہ اسد ایک معمولی قسم کا کردار جس میں ڈر، خوف اور خود غرضی ہے جو ایک حقیقی معاشرے کی عکاسی کرتا ہے اور یہی کردار کسی کہانی یا عبارت کے اینٹی ہیرو کہلاتے ہیں۔ ڈاکٹر خالد اشرف اس بارے میں رقم طراز ہیں:

"اسد بھی دی ٹرائل کے بے گناہ ہیرو کی طرح کسی سیاسی تحریک یا ملکیت فکر سے وابستہ نہیں ہے۔ بلکہ کافی حد تک مجہول نوجوان ہے۔ دمہ کا مریض ہے اور نیم تعلیم یافتہ ہونے کے علاوہ نہایت معمولی قسم کی شخصیت کا مالک ہے۔"(۱۱)

اسد ایک سیدھا سادھا نوجوان ہونے کے باوجود بھی مزاحمت بھی حتی الامکان کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے لیکن اس کے باوجود بھی جبر و تشدد کا شکنجہ آہستہ آہستہ اس کے گرد کستا جاتا ہے اور اس کی ذہنی و جسمانی صحت کو مختلف طریقوں سے بتدریج خراب کیا جاتا ہے اور اس کردار کو ایک انتہائی بے بس، کمزور، لاچار، اناڑی اور مجبور کردار دکھایا گیا ہے جو کہ زندگی کے مسلسل جبر اور تشدد کا سامنا نہیں کر سکتا اور اپنا دفاع کرنے سے بھی

قاصر ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ساتھ ہونے والے حالات و واقعات سے بھی بے خبر نظر آتا ہے۔ ایسے میں وہ ان مخالف قوتوں کا مردانہ وار مقابلہ کرنے سے بھی قاصر ہے۔ اسد کا رہن سہن کا یہی انداز دراصل اسے اینٹی ہیرو بنانے کی بھرپور عکاسی کرتا ہے۔ ڈاکٹر ممتاز احمد خاں اس کی عکاسی یوں کرتے ہیں:

”ناول کا ہیرو اسد شروع سے اخیر تک اسی جبر کا شکار رہتا ہے۔ وہ ان دیکھی انسانی قوتوں کے حصار میں جکڑ کر رہ جاتا ہے۔ اس طرح کہ اس کو منزل کا بھی پتہ نہیں چلتا۔“(۱۲)

دراصل اسد کو اس ناول میں ہر جگہ بے بس، کمزور، لاچار، اناڑی، مجبور اور احمق دکھایا گیا ہے جو کہ مختلف لوگوں کے ہاتھوں استعمال ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ یہ ساری خصوصیات اسے ہیرو کے پیمانے سے گراتی ہیں اور ایک معاشرتی انسان کی جھلک دکھاتی ہیں۔ جس میں یہ ساری کمزوریاں نظر آتی ہیں۔ جو کہ ایک حقیقی انسان کی نمائندگی کرتی ہیں اور یہ حقیقی کردار جو بدی اور نیکی کے یکجا ہونے سے وجود میں آتے ہیں اینٹی ہیرو کہلاتے ہیں۔ عتیق اللہ اس کردار کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”جوائس کے ناول پولس کا ہیرو لیوپولڈ بلوم اینٹی ہیرو ہے۔ کامو [کامیو؟] کے ناول [The The Strange Stranger?] کا کردار مارسل اور عبداللہ حسین کے ناول باگھ کا کردار اسد بھی اسی نوع کی ایک نمایاں مثال ہے۔“(۱۳)

اس ناول میں بنیادی طور پر اسد کے کردار کو مرکزیت سے تو نوازا گیا ہے۔ مگر اس میں ایسی خصوصیات نہیں پائی جاتی جن کی بنا پر اسے ہیرو کہا جا سکے بلکہ اس کو مسلسل خوف میں جکڑا ہوا کردار دکھایا گیا ہے۔ کہیں، کمزور دکھایا گیا ہے تو کہیں پست حوصلگی اس کے اندر جھلکتی ہے۔ اس کے علاوہ اسد کے ساتھ پیش آنے والے کردار بھی اسے اینٹی ہیرو بنانے پر آمادہ کرتے ہیں اور مسلسل اس کو بے وقوف، احمق بنا کر اپنے مخصوص مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کرتے ہیں اور وہ خوشی سے استعمال ہوتا رہتا ہے۔

غرض اسد کے کردار میں ہمیں کہیں بھی ڈٹ جانے کا حوصلہ، فیصلہ کرنے کی صلاحیت، اپنے حالات کا مردانہ وار مقابلہ کرنے کی صلاحیت اپنے آپ کو اس جبر و تشدد سے بچانے کی صلاحیت اور اپنے آپ کو خوش، مطمئن اور محفوظ رکھنے کی صلاحیت نظر نہیں آتی۔ ان تمام وجوہات کی بنا پر ہم اسے اینٹی ہیرو کہہ سکتے ہیں کیونکہ اس میں وہ تمام خصوصیات موجود ہیں جو کہ ایک اینٹی ہیرو میں ہونی چاہئیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حواشی و حوالہ جات

1. عبداللہ حسین، باگھ، لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۱۹۹۸ء، ص ۲۸
2. ایضاً، ص ۳۵
3. ایضاً، ص ۳۶
4. ایضاً، ص ۳۹
5. ایضاً، ص ۸۳
6. ایضاً، ص ۱۴۶
7. شازیہ اکبر، عبداللہ حسین کے ناولوں میں کردار نگاری کا جائزہ، مضمون، مشمولہ: ادبیات، سہ ماہی، اسلام آباد، (مدیر، اختر رضا سلیمی)، شمارہ ۱۶، ۱۷، اپریل تا ستمبر، ۲۰۱۸ء، ص ۳۸۹
8. عبداللہ حسین، باگھ، ص ۲۴۰
9. ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، باگھ ایک مطالعہ، مشمولہ: عبداللہ حسین ایک مطالعہ، مرتبہ ڈاکٹر، عامر سہیل، لاہور: بیکن بکس، جنوری، ۲۰۱۴ء، ص ۱۸۹

10. اصغر بلوچ،ڈاکٹر، عبد اللہ حسین کا ناول باگھ، کرداری مطالعہ، مشمولہ: عبد اللہ حسین ایک مطالعہ، مرتبہ: ڈاکٹر سید عامر سہیل، لاہور: بیکن ہاؤس، جنوری، ۲۰۱۴ء، ص ۲۰۸

11. خالد اشرف،ڈاکٹر، برصغیر میں اردو ناول، لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۷ء، ص ۲۰۸

12. ممتاز احمد خاں،ڈاکٹر، آزادی کے بعد اردو ناول، ہئیت، اسالیب اور رجحانات، ۱۹۴۷ء سے ۲۰۰۷ء'پ ن'2008ص147

13. عتیق اللہ، ادبی اصطلاحات کی وضاحتی فرہنگ (A تا D) لاہور: فکشن ہاؤس، ۲۰۱۹ء، ص ۲۰۵

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Roman Havashi-o-Havalajat

1.Abdulla Hussain, Bagh,Lahore: Sang e Meel Publications,1998,P 28
2.Ibid, P 35
3.Ibid,P 36
4.Ibid,P 39.
5.Ibid, P 83
6.Ibid,P 146.
7.Shazia Akbar, Abdullah Hussain k novelon mein kirdar nigari ka jaeza mashmoola Adbiat (se mahi) Islamabad: mudeer Akhtar Raza Saleemi, Shamara 16,17, April ta September 2018,P 389
8.Abdullah Hussain, Bagh , P 240
9.Nasir Abbas Nayar Dr, Bagh aik Mutalia Mashmoola Abdullah Hussain aik Mutalia,Muratba Dr.Amir Suhail,Lahore:Becon Books January 2014,P 189.
10.Asghar Baloch, Abdullah Hussain ka novel Bagh Tajziati Mutalia, Mashmoola Abdullah Hussain aik Mutalia,Muratba Dr.Amir Suhail,Lahore,P 208.
11.Khalid Ashraf Dr. Bre Saghir mein Urdu Novel,Lahore: Fiction House,2017,P 208
12.Mumtaz Ahmad Khan Dr, Azadi k baad Urdu Novel Hait Asaleeb aor Rujhanat 1947 say 2007 ,P 147.
13.Ateequllah, Adbi Istalahat ki wazahti Farhang (Ato D), Lahore: Fiction House 2019,P 205.،2008